چودھری افضل حق بحیثیت ڈرامہ نگار

ڈاکٹر میمونہ سبحانی

ABSTRACT:

Chohdary Afzal Haq, a renowned short story writer, is acknowledged by his book Zindagi. Due to his alliance with Khilafat Movement, he went to prison for so many times for favoring masses but he did not abolished this practice and wrote a drama with the title ' Shaoor'. Its central idea encompasses that the productivity of a country can be multiplied provided the villagers are cognizant. He is of the view that with struggles human beings can achieve their endless goals as with their own conscious they can enlighten the conscious of others and can bring revolutions. Hence his work is a valuable endowment for stirring the consciousness of the people in society.

اُردو کی دیگر اصناف کی طرح اُردو ڈرامہ بھی ادب کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہا ہے اگرچہ اس صنف نے بھی غدر کے دور میں ترقی کے مراحل طے کیے ۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد ہندوستان میں نئی زندگی نے جو تبدیلیاں پیدا کیں اس نے سیرو تفریح کے طریقے بھی بدل دئیے۔ اس دور میں اسٹیج کا فن بہت زیادہ ناقص حالت میں تھا لیکن تجارتی نہیں تھاتاہم اس دور کے اہم ڈراموں میں اندر سبھا اور رہس کا نام خاص اہمیت کا حامل ہے۔

ہندوستان میں نئے سرمایے کے پیدا ہونے، نئی زندگی سے واقف ہونے اور مسائل زندگی کو نئی طرزسے دیکھنے کی وجہ سے نئے اسٹیج کی بنیاد پڑی جنہیں عام طور سے پارسی اسٹیج کہا جاتا رہا۔ یہ اسٹیج کی کوئی ترقی یافتہ شکل نہیں تھی اس کی جڑیں ہندوستان کی سنسکرت کی سر زمین سے جڑی ہوئی نہیں تھیں بلکہ یورپ سے اپنا رشتہ جوڑتی تھیں ۔ احمد عقیل لکھتے ہیں :

"یونانیون نے ڈرامے کا فن مصریوں سے لیا، ڈرامے کی صنعت اور پلاٹ کے سلسلے میں انہوں نے مصریوں کی نقل کی۔"(۱(

اب اسٹیج کے لیے رہس اورنو ٹنکیوں کے معمولی قصے کافی نہیں تھے۔ اب ایک نئے ڈرامے کی ضرورت تھی اس نئے ڈرامے پر امانت کی اندرسبھا اور مغربی خیالات کا گہرا اثر تھا۔ کچھ ہی عرصے میں یہ ڈراما ترقی کر گیا اور اس نے تھوڑے ہی دِنوں میں ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں بہت سی تجارتی تھیٹریکل کمپنیاں قائم کیں جنہوں نے ایکٹروں کی صلاحیت اور اپنے اسٹیج کے سازوسامان کی مناسبت سے ڈرامے تیار کیےڈاکٹر اے۔بی اشرف کا خیال ہے:

"دراصل بر صغیرپاک و ہند میں اردو ڈرامے کے ارتقا کی تاریخ میں جو اہمیت اور مرکزیت سرزمین بمبئی اور وہاں کی لاتعداد تھیٹریکل کمپنیوں کو حاصل ہوئی وہ کسی کے حصے میں نہ آئی۔"(۲(

رفتہ رفتہ شیکسپئیر کے ڈراموں کے تراجم ہونے لگے۔ کبھی پلاٹ میں تبدیلیاں دے کر ، کبھی دوسری طرح کانٹ چھانٹ کر کے اور کبھی محض اس کا بنیادی خیال لے کر ڈرامے لکھے گئے۔اس دور میں لکھنے والے اہم ڈرامے اور اہم ڈرامہ نگاروں میں آغا حشر کا "رستم و سراب "خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ آغا حشر کاشمیری نے اردو ڈرامے کو پرانی روایتوں اور حدوں سے آزاد کرانے کے علاوہ اسے زندگی کے قریب کر دیا۔اس وجہ سے ڈرامے کو ایک نئی سمت عطا ہوئی اورآغا حشر کاشمیری کو اردو ڈرامہ نگاری کا شیکسپیئر کہا جانے لگا۔صاحبزادہ حمید اللہ رقم طراز ہیں :

"سب سے زیادہ حشر کی ڈراما نگاری نے اردو سٹیج کی زمین کو آسان بنایا۔"(۳(

امتیاز علی تاج(انارکلی)، خواجہ معین الدین (تعلیم بالغاں) نے بھی ڈرامہ نگاری کے فن کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اُردو ادب میں یہ نام جہاں خصوصی اہمیت کے حامل ہیں وہاں ادب کا ایک ڈرامہ نگار ایسا بھی ہے جس کو اب تک سامنے نہیں لایا گیا اس ادیب کا نام چودھری افضل حق ہے۔ چودھری افضل حق اُردو کے نامور ادیب اور افسانہ نگار ہیں اور اپنی تصنیف ’’زندگی‘‘ کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں ۔ سید قاسم محمود پاکستانیکا میں یوں رقم طراز ہیں :

’’اعتدال پسند احراری رہنما ، ۱۸۹۱ء میں گڑھ شنکر (ضلع ہوشیار پور) میں پیدا ہوئے۔ امرتسر میں ایف اے کرنے کے بعد اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ لیکن بوجوہ تعلیم کا سلسلہ ترک کر کے محکمہ پولیس میں سب انسپکٹر بھرتی ہوئے ۔ ۱۹۲۰ء میں خلافت کے سلسلے میں تحریکِ عدم تعاون شروع ہوئی تو پولیس کی طرف سے جلسوں کی رپورٹ مرتب کرنے پر مامور ہوئے چند تقریریں سن کر ملازمت چھوڑ دی اور قومی تحریک میں شامل ہو گئے۔ خلافت اور کانگرس کے ممتاز رہنماؤں میں شمار ہوتے رہے۔ ‘‘(۴(

تحریک خلافت کا آغاز و انجام چودھری افضل حق نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا سرمایہ دارانہ نظام حیات کے بارے میں انہیں دِنوں ان کے ذہن میں ردِ عمل پیدا ہو گیا تھا۔ ۱۹۲۱ء میں خطیب حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی ایک تقریر سنی وہیں سے دل کی کیفیت بدل گئی پھر آپ نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور تحریکِ آزادی میں شامل ہو گئے۔ سید مطلوب علی زیدی لکھتے ہیں :

’’آپ بچپن ہی سے ادب کی طرف مائل تھے بعدازاں اکابر کی صحبت سے تفکر اور سیاست سے بھی دل چسپی پیدا ہو گئی ۔ پہلی بار جیل میں وہاں کے حالات سے متاثر ہو کر ’’دُنیا میں دوزخ ‘‘ کے عنوان سے پہلی کتاب لکھی بعدازاں پھر کئی تصانیف منظر عام پر آئیں جن میں ’’معشوقہ پنجاب‘‘ فتنہ ارتدار اور سیاسی قلابازیاں ’’زندگی‘‘ دین اسلام ، جواہرات ، شعور ، آزادی ہند، میرا فلسفہ اور محبوب خدا بہت مشہور ہوئیں ۔ ‘‘(۵(

گرفتاری سے قبل چودھری افضل حق اپنے ضلع کے مضافات میں عوامی جلسوں کو خطاب کرتے تھے اور دیہاتیوں میں سیاسی شعور پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان کے خیال میں اگر دیہاتیوں میں شعور پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تو ملک کی پیداوار بھی بڑھائی جا سکتی ہے اور شعور کے فقدان کی وجہ سے ملک کی زرعی پیداوار کو خاصا نقصان پہنچ جاتا ہے۔ چودھری افضل حق کا ڈراما ''شعور'' بھی اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ اگرچہ آپ نے بہت کم ڈراما نگاری کی مگر ان ڈراموں کے ذریعے آپ نے معاشرے کی فلاح، خوشحالی اور ترقی کو اجاگر کرنے کی کوشش کی آپ کے خیال میں ملکی معیشت کی ترقی کا بیشتر انحصار جہاں زراعت پر ہوتا ہے وہاں معاشرے کی ترقی میں شعور اور علم بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں ۔ یہ ڈرامہ طیب پبلشرز لاہور کی طرف سے ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا اس ڈرامے میں دس کردار ہیں اور چار ضمنی کردار ہیں ۔ اس ڈرامے کے حوالے سے چودھری افضل حق اظہار خیال کرتے ہیں :

''حقیقت یہ ہے کہ میں اس ڈرامے کو مختلف فیہ مسائل سے پاک رکھنا چاہتا ہوں ۔ بے شک میں سرمایہ کو محنت کے ساتھ ہمدردانہ تعاون کی دعوت دینے سے آگے نہیں بڑھا۔ کیوں کہ میرا مقصد سرمایہ اور محنت کی کشمکش کے ہولناک نتائج پر بحث کرنا نہیں میں تو صرف عوام میں وہ شعور پیدا کرنے کامتمنی ہوں جس کے فقدان سے ہندوستان میں لینے والا انسان عام اس سے کہ وہ سرمایہ دار ہو یا مزدور بدتر از حیوان زندگی بسر کر رہا ہے۔ ''(۶(

اس ڈرامے میں چودھری افضل حق نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ انسان اگر ذرا سی کوشش کرے تو سب کچھ کر سکتا ہے اور اس کے لیے ہر وہ انسان کام کر سکتا ہے جس کے اندر تھوڑا سا بھی شعور ہے اور وہ اپنے شعور سے دوسروں کے شعور کو بڑھا کر تبدیلی پیدا کر سکتا ہے۔ اس ڈرامے کا بنیادی کردار کسان کی بیٹی ہے جو اپنے عقل و شعور سے اپنے علاقے کو ترقی کا سامان میسر کرتی ہے ۔ اس ڈرامے میں کسان کی لڑکی تعلیم کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہتی ہے:

''کسان کی لڑکی... آہ !جاہل والدین کو کوئی کس طرح سمجھائے کہ عقل علم کی آبیاری سے پرورش پاتی ہے۔

شادی شدہ لڑکی۔۔ قاضی کی طرح شہر کے اندیشے میں نہ پڑو۔

کسان کی لڑکی... بدقسمتی ہے کہ اس ملک میں ہر کوئی اپنی فکر کرتا ہے دوسروں کا خیال نہیں کرتا۔ گھر میں پلیگ کا چوہا مرے تو اسے گلی میں پھینک کر سمجھتے ہیں کہ ہمارا گھر تو بیماری سے محفوظ ہو گیا۔ بے سمجھ لوگ یہ نہیں جانتے کہ کشتی میں کہیں چھید ہو سب کی جانیں غیر محفوظ ہو جاتی ہیں ۔ یاد رکھو وہی قوم اور ملک و بام ترقی پر پہنچتے ہیں جو اپنی اور اپنے ہمسایوں کی یکساں فکر کرتے ہیں ۔ جب تک ایک متنصنن بھی دُنیا میں بداخلاق ہے۔ تب تک انسانیت کا دامن ناپاک ہے۔ اگر روئے زمین پر ایک آدمی بھی بے علم ہے تو سمجھنا چاہیے کہ بنی نوع انسان ابھی تک مبتلائے جہالت ہے اگر صفحۂ دہر پر ایک شخص بھی بیمار ہے تو قیاس کر لینا چاہیے کہ نسل انسانی بیماری سے پورے طور پر محفوظ نہیں ۔ ''(۷(

گاؤں کی صفائی اور ان کے لوگوں کے اندر شعوری قوت کو اُجاگر کرتے ہوئے چودھری افضل حق اپنے خیالات کی عکاسی اس طرح کرتے ہیں :

''اگر صفحۂ دہرپر ایک شخص بھی بیمار ہے تو قیاس کر لینا چاہیے کہ نسل انسانی بیماری سے پورے طور پر محفوظ نہیں ۔ بدقسمت قوموں کے افراد دوسروں کی تکلیفوں سے بے نیاز رہتے ہیں ۔ بہن میری کتنی خواہش ہے کہ گاؤں کی ایک لڑکی بھی بے علم نہ رہے ۔ گلی کوچے میں کہیں کوڑا کرکٹ دکھائی نہ دے۔ ایک شخص بھی بیمار اور کمزور نظر نہ آئے۔ ہر شخص خوش حالی اور فارغ البال ہو ۔ یہ نہیں ہو سکتا جب تک گاؤں کے تمام لوگ اپنی اپنی ذمہ داری اور ایک دوسرے کی تکلیف کو محسوس نہ کریں دل میں دوسروں کی محبت پیدا کرنی چاہیے۔ جس کے دل میں اہل دُنیا کی زیادہ محبت ہو گی وہی انسان سب سے بڑا ہو گا۔ ''(۸)

اس کہانی کی ہیروئن کسان کی بیٹی ہے جو اپنی دانش اور سمجھ سے کسان کا سہارا بنتی ہے اور اپنے بھائیوں کو محنت کی ترغیب دیتی ہے۔ اپنے بھائیوں کی مدد سے وہ اپنے گاؤں کے ماحول کو صاف ستھرا رکھتی ہے۔ اس ڈرامے کا ہیرو رئیس ہے جو کسان کی بیٹی سے محبت کرتاہے اور اپنی محبت کو سب سے چھپاتا ہے۔ رئیس کے خیالات کی عکاسی ان مکالموں کے ذریعے ہوتی ہے۔

''نوجوان: خاندان کی رسم اور گھر کے رواج کے خلاف عمل سو رسوائیوں کا پیش خیمہ ہے۔ جب انگلیاں اٹھنے لگتی ہیں تو دل بیٹھ جاتا ہے۔ جوانی کے جوش میں جو کیا جاتا ہے بڑھاپے میں اس پر پچھتانا پڑتا ہے۔

رئیس: محنت میں کامیابی کے بعد ہر غم خوشی سے برداشت کر لوں گا۔ میں تو نسل اور خون کے امتیاز کو بدترین لعنت سمجھتا ہوں اور معاشرت کی موجودہ پابندیوں کی موجودہ پابندیوں کا ابتدا سے مخالف ہوں ۔ مجھے ذاتی طور پر اس معاملہ میں الجھن نہیں ۔ باقی رہی بڑی سرکار کی بات ماں تو بیٹے کی بڑی سے بڑی خطا بھی معاف کر دیتی ہے۔ بیٹے کا ماں کو منانا جوئے شیر کا لانا نہیں ۔ بڑی سرکار تو چٹکی بجاتے مان جائے گی۔ ''(۹)

رئیس اپنی عقل مندی سے کسان کا دل جیت لیتا ہے اور اپنے بھائی کے ذریعے کسان کو رشتہ بھیجتا ہے اور اپنی ماں سے چھپ کے شادی کرتا ہے اور بعد میں اپنی ماں کو منا کر کسان کی بیٹی کو ریاست کی ملکہ بنا دیتا ہے۔ اس ڈرامے میں چودھری افضل حق نے دیہات کے ماحول کو صاف ستھرا رکھنے اور وہاں کے لوگوں کی شعوری کاوش کو بہتر بنانے پر زور دیا ہے وہاں وہ گاؤں کے لوگوں کے فضول رسم و رواج پر اس طرح عکاسی کی ہے۔

''بوڑھاکسان: بدقسمتی سے علم دیہات کے ارباب دولت کے لیے عیب ہے۔ بچوں کی تعلیم اور ان کی صحت پر خرچ کرتے وقت بخل کریں گے۔ شادی بیاہ پر داد سخاوت دیں گے۔ مناسب خرچ سے پرہیز کرنا اور نامناسب خرچ کے لیے دریا دل ہو جانا ہماری سب سے بڑی کمزوری ہے۔ ''(۱۰)

اس ڈرامے میں ایسا اسلوب استعمال کیا گیا ہے جو قارئین کی سمجھ میں آسانی سے آ جاتا ہے ۔ مصنف نے اپنے مؤقف کو واضح کرنے کے لیے جا بجا اشعار کا استعمال بھی کیا ہے۔ جس سے اس ماحول کی عکاسی ہماری آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔عشرت رحمانی رقم طراز ہیں :

"جب یہ تسلیم کر لیا گیا کہ ڈراما زندگی کا عمل ہے یہ ماننے میں کوئی عذر نہیں کہ ہر کردار عمل اور قوت ارادی کا اظہارصداقت و خلوص کے ساتھ اس کی گفتگو کے ذریعے ہوتا ہے یہی گفتگو یا مکالمہ ڈرامے کی جان ہے۔"(۱۱)

اس ڈرامے میں اس حقیقت کو دیکھایا گیا ہے کہ گائوں میں جہاں لڑکیوں کو ہسٹریا کے دورے پڑتے ہیں وہاں گاؤں کے سادہ دل لوگ اپنی پریشانیوں کا حل ڈھونڈنے کے لیے بہت سے نقلی پیروں کے جھانسے میں آ جاتے ہیں اوریہ نقلی پیر ان کی مجبوریوں کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور مختلف چیزوں کے مطالبے کرتے ہوئے اپنے جعلی تعویزوں سے ہسٹریا کے دورے کو جن یا آسیب کا سایہ بنا کر نکالنے کی کوشش کرتے ہیں ۔چودھری افضل حق لکھتے ہیں :

''قہر کی آنکھوں سے اے جان مجھ پر مت ڈالو نظر
کیوں بجھاتے ہو میری جاں زہر میں اس تیر کو
اے بتو کتنا بنو تم بن نہیں سکتے خدا
تم میں یہ گردہ کہاں جو بخش دے تقصیر کو''۔(۱۲)

مزید لکھتے ہیں :

''اس ملک کے راضی برضا باشندو ،خدارا تقدیر کو اپنی تدبیر سے بناؤ۔ حال میں کمال پیدا کرو۔ پدرم سلطان بود کی رٹ نہ لگاؤ۔ خدا جانے ہماری روح عمل کیوں فنا ہو گئی ہے جو مذہب کے دلدادہ ہیں وہ کسی باخدائے سے ایک تعویذ کے متلاشی ہیں ۔ جو پل بھر میں چور سے قطب بنا دے جو دولت دُنیا کے خواہاں ہیں ۔ وہ سرمہ سلیمانی کے متلاشی ہیں یا الہٰ دین کے روایتی چراغ کی جستجو میں ہیں ۔ ہم میں سے جو سیاسیات سے شغف رکھتا ہے۔ وہ بددعاؤں سے دشمن کو دیس بدر کرنا چاہتا ہے۔ محنت اور ہمت سے عروج حاصل کرنا گویا ہماری قوم کے پروگرام میں شامل نہیں ۔''(۱۳)

اگر ہم اور ہمارے حکمران ملکی حالات کو بدلنا چاہیں تو ہم بہت آسانی سے اپنے حالات کو بدل سکتے ہیں ۔ ہم نے اپنی زندگی کو آسان بنانے کی بجائے مشکل بنا دیا ہے۔ ہماری بُری عادت کی وجہ سے ہماری زندگی ہمارے لیے عذاب بن گئی ہیں ۔ ان حالات کو بدلنے کی ذمہ داری فی الحال ان نوجوانوں پر ہے جو تعلیم یافتہ ہیں ۔ یہی نوجوان ہمارے مستقبل کا سرمایہ ہیں ۔ ڈاکٹر اسلم انصاری لکھتے ہیں :

''ان کی کتابیں اُردو ادب میں اپنے خاص اسلوب اور اخلاقی اور مقصدی نقطہ نظر کی وجہ سے ایک خاص امتیاز کی حامل ہیں اور ان کے مصنف کو ایک ایسا انشا پرداز قرار دیا جا سکتا ہے جو اپنے طرزِ تحریر کی بنا پر پہچانا جاتا ہے۔ ''(۱۴)

چودھری افضل حق نے ہمیشہ حق کے لیے آواز بلند کی اور اس سلسلے میں انہوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے عکاسی کی۔ اس وجہ سے انہیں جیل جانا پڑا اور صدائے احتجاج بلند کرنے وجہ سے انہیں طرح طرح کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ اسلم انصاری کا خیال ہے:

''چودھری افضل حق نے قید و بند کی صعوبتوں کو بڑی پامردی اور جرأت و استقلال کے ساتھ جھیلا۔ حکامِ جیل کے ناروا مظالم اور تشدد پر صدائے احتجاج بلند کرنے اور کلمہ حق کہنے پر انہیں

طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں ... کئی بار انہیں قید تنہائی میں رکھا گیا۔ بعض اوقات طویل وقفوں کے لیے بھوک اور پیاس کی اذیت برداشت کرنی پڑی۔ جیل میں ان پر کیا کچھ مظالم ہوئے اس کی روداد خاصی طویل ہے۔ ‘‘(۱۵(

چودھری افضل حق کی سب سے بڑی خوبی اخلاص تھا۔ فقر و استعنا کی اچھوتی مثال تھے۔ آپ بہت ہی حساس طبیعت کے مالک تھے۔ ان خوبیوں کے ساتھ بلند فکر ادیب تھے۔ آپ کی تحریریں اُردو ادب میں اپنی مثال آپ ہیں ۔ چودھری صاحب نے اپنی زندگی کے تجربات سے قوم کی اصلاح کے لیے قلم اُٹھایا ۔ چودھری افضل حق لکھتے ہیں :

’’آہ کون فرشتہ تمہیں کہے کہ اپنی گندی عادتیں بدلو۔ تمہاری زندگی ناخوش گوار اور تمہاری خوشیاں غم انگیز ہیں ۔ قدامت پسندی کے خلاف آج ہی جہاد شروع کر دو۔ اس نے تمہارے بھائی بندوں کو زندگی کے لطافت سے محروم کر رکھا ہے۔ اٹھو خود اپنی مدد آپ کا جذبہ لوگوں میں پیدا کرو اور امداد باہمی کے طریقے سمجھاؤ۔ دُنیا میں رہنے سہنے کا شعور پیدا کرو۔‘‘(۱۶(

چودھری افضل حق نے اپنی تصنیف" شعورـ" کے ذریعے دیہاتی لوگوں میں یہ شعور پیدا کرنے کی کوشش کی کہ وہ اپنے شعور سے اس قابل ہو جائیں کہ امرا کا مقابلہ آسانی سے کر سکیں اور امرا کو بھی یقین ہو جائے کہ ہر غریب کو خریدا نہیں جا سکتا۔ اقبال اسد لکھتے ہیں :

’’چودھری صاحب کا اسلوب نگارش سب سے الگ تھلگ ہے۔دیہات سدھار پر ان کا یہ ڈرامہ خاصہ مقبول رہا ہے۔ ایسے خشک موضوع پر اتنا دلچسپ ڈرامہ لکھنا انہیں کا حصہ تھا۔‘‘(۱۷(

چودھری افضل حق اپنی تحریروں سے معاشرے کو بہتر کرنا چاہتے تھے اس ڈرامے کے ذریعے انہوں نے دیہی زندگی کی خوبی سے عکاسی کی ہے اور اپنی سوچ سے اس کی ترقی کے خواں نظر آتے ہیں ۔ آپ کی تحریریں معاشرے کے شعور کو اُجاگر کرنے کا قیمتی سرمایہ ہیں ۔ معاشرے کی ترقی میں لاکھوں مسافر چلتے ہیں لیکن منزل پر چند لوگ ہی پہنچتے ہیں اور چودھری افضل حق کا شمار ان چند لوگوں میں ہوتا ہے ۔ شعور اور آگاہی کو فروغ دینے میں آپ کو بہت سی تکالیف سے گزرنا پڑا۔ کون سا ستم تھا جو آپ کے جسم ناتوں پر نہ کیا گیا ہو۔ جب آپ کمزور ہو گئے ظلم برداشت کرنے کی ہمت آپ میں نہ رہی توپھر انگریزی حکومت نے آپ کو رہا کر دیا۔ مسلسل مظالم کی وجہ سے چودھری افضل حق جیسا نڈر ادیب آج مزنگ روڈ کے ایک ویرانے میں ابدی نیند سو رہا ہے۔

حوالہ جات:

)۱ (	احمد عقیل روبی، یونان کا ادبی ورثہ، لاہور: وجدان پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص۱۶۵

)۲(	اے۔بی اشرف،ڈاکٹر، اردو سٹیج ڈراما، اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء، ص ۱۰۲

)۳(	صاحبزادہ حمید اللہ، فن اور تکنیک(تالیف)، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۹۰ء، ص۱۷۷

(۴) قاسم محمود ، سید، پاکستانیکا ، لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۴ء، ص ۲۲۳
(۵) مطلوب علی زیدی، معشوقہ پنجاب، لاہور: طیب پبلشرز ، ۲۰۰۴ء ، ص ۹
(۶) افضل حق ، چودھری، شعور ، لاہور: طیب پبلشرز ، ۲۰۰۴ء ، ص ۷۰
(۷) ایضاً ، ص ۱۰۲
(۸) ایضاً ، ص ۱۰۲
(۹) ایضاً ، ص ۱۰۳
(۱۰) ایضاً ، ص ۱۱۰
(۱۱) عشرت رحمانی، اردو ڈرامے کا ارتقا، علی گڑھ: ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاوس، ۲۰۰۶ء،ص۱۰
(۱۲) ایضاً ، ص ۱۱۲
(۱۳) ایضاً ، ص ۱۱۲
(۱۴) اسلم انصاری، ڈاکٹر، چودھری افضل حق اور ان کی تصنیف زندگی سوانح اور فکری و فنی مطالعہ، لاہور: دارالکتاب، ۲۰۰۸ء ، ص۹
(۱۵) ایضاً ، ص ۲۱
(۱۶) افضل حق ، چودھری، شعور ، ص ۱۱۴
(۱۷) اسد اقبال، ’’چودھری افضل حق ، رئیس الاصرار‘‘ مشمولہ ہفت روزہ لیل و نہار، لاہور: ۲۳/ستمبر ۱۹۶۱ء ، ص ۱۸

/....../